قرآن وحدیث کی روشنی میں مبادیات تحقیق

محمد وارث علی*

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے اس کے اصلی حروف (root) ح۔ق۔ق۔ ہیں اس کا مطلب ہے حق کو ثابت کرنا، حق کی طرف پھیرنا اور حق کے معنی سچ کے بھی آتے ہیں اور حق سے دوسرا لفظ حقیقت بنا ہے یعنی تحقیق سچ یا حقیقت کی دریافت کا عمل ہے۔ لغت میں تحقیق کے معنی ہیں چھان بین، کھوج اور تفتیش کرنا۔ اصطلاح میں ایک ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جائے۔ڈاکٹر عبد الحمید خان عباسی تحقیق کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

تحقیق کے معنی ہیں کسی مسئلہ (موضوع) کے بارے میں ایسے اسلوب سے کھوج لگانا کہ اس کی اصلی شکل خواہ معلوم ہو یا غیر معلوم اس طرح نمایاں ہو جائے کہ کسی قسم کا ابہام نہ رہے (۱) اللہ رب العزت نے انسان میں ابتدا ہی سے یہ وصف رکھا ہے کہ وہ اپنی عقل کے ذریعے اشیاء کی حقیقت و ماہیت کی دریافت میں کوشاں رہتا ہے۔ انسان کی تخلیق کی غرض وغایت اور اس غرض کی تکمیل فلاح انسانی کے لیے مادی دنیا کی اشیاء کا تصرف، معلوم حقائق کی سچائی تک رسائی اور غیر معلوم کو جاننے کے لیے سعی و کوشش تمام تحقیق ہی کے مختلف پہلو ہیں۔ اسلام وہ واحد آفاقی مذہب ہے جو رہبانیت کی نفی کرتا ہے اور سچائی تک پہنچنے کے لیے کسی حد تک عقل کے استعمال کی اجازت دیتا ہے۔ کیونکہ تحقیق و تجربے میں غور وفکر اور تدبر سے پہلو تہی کرنا حقائق تک پہنچنے کی راہ میں دشواریاں پیدا کرتا ہے۔ ایسے موضوعات جو انسانی عقل سے ماوراء الطبیعات (Metaphysics) ہیں، ان پر اسلام سوچ بچار کی اجازت نہیں دیتا مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات یا اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا؟ ایسے سوالات ہیں جو انسانی عقل محدود میں نہیں سما سکتے ان کا علم صرف وحی کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتا ہے نہ کہ عقل کے ذریعے۔ اسی لیے انہیں بلا حجت تسلیم کر لینے کا حکم ہے۔ ایسے چند موضوعات کے علاوہ ہر وہ موضوع جس میں فلاح انسانی کا کوئی پہلو مضمر ہو ان کے بارے میں منبع رشد وہدایت قرآن حکیم میں بابجا تفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (۲)

ترجمہ: تو کیا لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بکثرت تفاوت پاتے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں یتدبرون کا معنی واضح کرتے ہوئے ابو طیب صدیق بن حسن لکھتے ہیں۔

والمعنی انهم لو تدبروه حق تدبره لوجدوه موتلفاً غیر مختلف (۳)

اور یتدبرون کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ اس (قرآن) پر غور و فکر کرتے جس طرح اس کا حق ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہ پاتے۔

سورہ رعد میں بھی اللہ پاک نے تحقیق کی طرف متوجہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ (۴)

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے۔ شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے اور ان امور میں سوچنے والوں کے لیے دلائل موجود ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ابو جعفر محمد بن جریر طبری " يَتَفَكَّرُونَ" کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فیستدلون ویعتبرون بها (۵) کہ وہ اس سے استدلال کرتے ہیں اور غور و فکر کر کے وضاحت کرتے ہیں یعنی زمین، پہاڑ، نہروں اور دن، رات میں اگر غور و فکر کیا جائے تو بے شمار ایسی حقیقتیں واضح ہونگیں جن کی روشنی میں انسان مزید ترقی کی منازل طے کر سکتا ہے۔ اس کی گواہی قرآن مجید میں موجود ہے۔

"کیا انہوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں حکمت ہی سے اور ایک میعاد معین کے لیے پیدا کیا ہے اور بہت سے آدمی اپنے رب کو ملنے کے منکر ہیں"۔

غور و فکر اور تدبر کرنے پر ابھارتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (۶)

ترجمہ: تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ گئے ہیں۔

صاحب روح البیان تدبر اور تحقیق کا معنی یوں بیان کرتے ہیں التدبر: النظر فی دبر الامور وعواقبها(۷) یعنی مختلف معاملات کے انجام کے بارے غور و فکر کرنا اور سوچنا تدبر کہلاتا ہے۔

اللہ پاک نے اپنی آیات کے نزول کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان پر غور کیا جائے ارشاد ربانی ہے

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ (۸)

ترجمہ: یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر اس لئے نازل کیا تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور اہل فہم نصیحت حاصل کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنے کلام کے نزول کی حکمت بتاتے ہوئے فرمایا کہ اسکی آیات پر غور و فکر کیا جائے یعنی ان میں تدبر اور تفکر کر کے ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کی جائے تحقیق بھی اسی عمل کا نام ہے۔

اسی طرح الجاثیہ میں اللہ تعالی نے ہر چیز کی تسخیر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ(۹)

ترجمہ: اللہ ہی ہے، جس نے تمہارے لیے دریا کو مسخر بنایا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں، ان سب کو اپنی طرف سے مسخر بنایا بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لیے دلائل ہیں جو غور کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے اس آیت مبارکہ میں ہمارے لئے سمندروں کی تسخیر کا ذکر کر کے ان میں غوطہ زن ہونے اور ان میں ہمارے لئے موجود خزانوں کو تلاش کرنے کی دعوت دی ہے اور کائنات کی سب چیزوں کی تسخیر کا ذکر کرنا اور ان میں غور و فکر کرنے کی طرف ابھارنا ظاہر کرتا ہے کہ ہمیں تحقیق کے میدان میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

سورج اور چاند، دن اور رات کی تسخیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (۱۰)

ترجمہ: اور تمہارے نفع کے لئے سورج اور چاند کو مسخر بنایا جو ہمیشہ چلتے ہی رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے لیے رات اور دن کو مسخر بنایا۔

گویا اللہ تعالی نے انسان کے لئے نہ صرف زمین کی چیزیں تسخیر کی ہیں بلکہ اجرام فلکی کو بھی اس کی دسترس میں رکھا ہے جس سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ یہ سورج، چاند اور ستارے بھی انسان کے لئے مسخر کئے گئے ہیں جن پر کمند ڈالنا بھی انسان کا کام ہے جو تحقیق کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی چیز کا بیان درج ذیل آیت میں ہوا ہے

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِo وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ o لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ o(١١)

ترجمہ: اور (ایک نشانی) آفتاب ہے کہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے۔ یہ اس (خدا) کا اندازہ باندھا ہوا ہے جو زبردست اور علم والا ہے اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔ نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے اور یہ دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اپنی نشانیوں کا ذکر کر کے ان کی طرف متوجہ کیا ہے کہ یہ سب چیزیں اپنی اپنی ذمہ داری پوری کر رہی ہیں انسان کو بھی اپنی ذمہ داری کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔

تحقیق کی جستجو اور غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ(١٢)

ترجمہ: اور اللہ وہی ہے جس نے ایک جان سے تمہیں پیدا کیا پھر ایک تمہارے ٹھکانے کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی تحقیق ہم نے کھول کر ان لوگوں کے لئے نشانیاں بیان کر دی ہیں جو فہم رکھنے والے ہیں یعنی فہم و فراست رکھنے والے لوگوں کے لئے یہ سب نشانیاں ہیں جن پر غور کر کے نتائج اخذ کرنا ہمارا کام ہے جو تحقیق کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا جیسا کہ درج ذیل آیت میں اللہ تعالی نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی کہ:

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (۱۳)

ترجمہ: وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لیے منزلیں مقرر کیں، تا کہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ یہ سب کچھ اللہ نے حق کے ساتھ پیدا کیا۔ وہ اہل علم لوگوں کے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (۱۴)

ترجمہ: بے شک مہینوں کی تعداد جب سے اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے اللہ کی کتاب میں بارہ ہی ہے، اور ان میں سے چار مہینے حرام ہیں یہی ٹھیک ضابطہ ہے لہٰذا ان چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں ہی کے ساتھ ہے۔

اس آیت سے ہمیں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ حقائق کو جاننا بہت ضروری امر ہے اور جو حقائق سے آگاہی حاصل کر کے اپنی زندگی گزارتا ہے وہی کامیابی حاصل کرتا ہے جس سے اس کا درجہ باقی لوگوں سے جدا ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ پاک کا فرمان ہے۔ **قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ(۱۵)**

ترجمہ: آپ کہیے کہ کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں انسان کو ہدایت کی گئی ہے کہ آسمان اور زمین اور دوسری اشیاء کی تخلیق اور ہیئت پر غور کرے اور ذات خداوندی کا ادراک و عرفان حاصل کر کے متاع ایمان اور فضل ربانی سے مالا مال ہو۔ غور و فکر اور ادراک کے لیے مشاہدہ و تجربہ لازمی امر ہے جبکہ مشاہدہ و تجربہ تحقیق کے لیے ایک لازمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے تحقیق کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

حدیث کی روشنی میں تحقیق کی ضرورت واہمیت

قرآن کریم کے بعد ارشادات محبوب ﷺ کا ذکر بھی ضروری ہے۔ تحقیق و تفکر کے سلسلہ میں رسول مقبول ﷺ کے ارشادات نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں لفظ فقہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنی سمجھ

کے لیے جاتے ہیں، فقہ ایک باقاعدہ علم ہے، جس میں فہم اور فراست اور تحقیق و اجتہاد اساس کا کام دیتا ہے۔ اس کی فضلیت و اہمیت کے سلسلہ میں معاویہ بن ابو سفیانؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین(۱۶)

خدا جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد(۱۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں رسول پاک ﷺ نے فرمایا ایک فقیہہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال من دعاء النبی ﷺ اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع و من دعاء لا یسمع و من قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع (۱۸)

حضرت ابو ہریرہؓ سے رسول کریم ﷺ کی دعا مروی ہے کہ اے اللہ! میں غیر نفع بخش علم، نہ سنی جانے والی دعاء، نہ ڈرنے والے دل اور سیر نہ ہونے والے نفس سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے کفی بالمرء کذبا ان یحد ث بکل ما سمع (۱۹)

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو(بغیر تحقیق) بیان کر دے۔

ان احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں علم کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے اور تحقیق کی بنیاد پر آگے بڑھنا چاہئے۔ اس طرز عمل کو آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی اختیار فرمایا:

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، ہمارے پاس حضرت ابو موسیٰؓ خوف زدہ حالت میں آئے۔ ہم نے پوچھا کیا ہوا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ نے مجھے بلوایا تھا میں ان کے دروازے پر گیا میں نے انہیں تین مرتبہ سلام کیا انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ تو میں لوٹ آیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے تھے؟ میں نے کہا میں آیا تھا اور میں نے دروازے پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا کسی نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا تو میں لوٹ آیا اور رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے "جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ سلام کرے پھر اس کو اجازت نہ دی جائے تو

وہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم اس حدیث پر گواہ پیش کرو ورنہ میں تم کو سزا دوں گا، حضرت ابی بن کعبؓ نے کہا اس حدیث کی گواہی قوم کا سب سے کم عمر دے گا، حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا میں سب سے کم سن ہوں انہوں نے کہا تم ان کے ساتھ جاؤ (اور گواہی دو) مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو سعید نے کہا پھر میں گیا اور میں نے حضرت عمرؓ کے سامنے گواہی دی۔(۲۰) اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول پاک ﷺ کے صحابہ بھی تحقیق کی روش کو اپناتے ہوئے اس پر عمل پیرا ہوتے تھے۔

تحقیق کی قرآنی بنیادیں

تحقیق دراصل ایک انداز فکر ہے جو ہمیں حق کی طلب اور سچائی کی تلاش اور کھوج لگانے پر آمادہ کرتا ہے۔ مسلمانوں کی سماجی تاریخ کے آغاز ہی سے اس انداز فکر کا سراغ ملتا ہے۔ واقعات کی صحت کا اصول خود قرآن کریم نے یہ کہہ کر قائم کر دیا کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِين (۲۱)

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کہیں کسی قوم کو تم نادانی سے کوئی ضرر پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پچھتانا پڑے"

اس آیت مبارکہ میں بات کھولنا، سچائی تک پہنچنا، پرکھنا، جاننا اور سمجھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جہالت اور نادانی سے بچنے کے لیے حقیقت کی تلاش فرض ہے تاکہ بعد میں پچھتانا نہ پڑے اور مضمرات سامنے نہ آئیں۔ اس تحقیق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے صرف زبانی باتوں پر یقین کر لینا محض گمراہی ہے۔ یہی زبانی باتیں جو بعد میں تاریخ کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ: **كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ**(۲۲)

"خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں"۔

یعنی زبانی جمع خرچ کرو گے تو عمل سے کورے رہو گے اور ایسی بات اللہ کو سخت ناگوار ہے۔ گویا زبانی باتیں جو بلا دلیل ہوتی ہیں وہ گمراہی بھی ہیں باطل صریح اور اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند بھی۔ اس لیے ہمارے اسلاف کرام

نے جو کچھ سنا پہلے اس کی پوری پوری تحقیق کی اور حدیث کے معاملے میں تو ایک ایک حرف اور لفظ کی صحت کے لیے سخت دشواریوں کو لبیک کہا۔

تجرباتی تحقیق:(Experimental Research)

تحقیق کی اقسام میں سے ایک اہم قسم تجرباتی تحقیق ہے، جس پر اہل مغرب کی تحقیق کی بنیاد ہے۔ سائنسی علوم کا انحصار تجربات پر ہوتا ہے لیکن یہ تجربات چونکہ انسانی کاوش ہیں اس لئے ان میں غلطی کا امکان بھی ہوتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ سائنس کے نتائج تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی نے علوم و معارف کی بنیادیں بیان کر دی ہیں جو ہماری رہنمائی کا سامان بہم پہنچاتی ہیں۔مثال کے طور پر قرآن مجید کے حکم کے مطابق اگر غور کیا جائے تو تجرباتی تحقیق کی بنیادیں بھی ہمیں قرآن مجید میں ملتی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پرندوں کو زندہ کرنے والا واقعہ تجرباتی تحقیق کی ایک اور مثال ہے۔اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ! مجھے دکھا تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟ فرمایا ایمان تو رکھتا ہوں لیکن دل کا اطمینان کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ چار پرندے لے کر ان کو اپنے ساتھ مانوس کر لے پھر ہر ایک کے حصے کر کے پہاڑوں پر رکھ دے، پھر ان کو پکار، تیری طرف دوڑیں گے اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔(۲۳)

اس واقعہ کی تفسیر ابن جریر طبری نے یوں کی ہے کہ حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال ابن زید قال فاخذ طاوسا ،غرابا، حماما و دیکا(۲۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندے مور، مرغ، کوا اور کبوتر حاصل کیے' انہیں اپنے ساتھ مانوس کیا پھر ان کو ذبح کر کے ایک پہاڑ پر ان کے سر، دوسرے پہاڑ پر چاروں کے پر، تیسرے پر دھڑ اور چوتھے پر پاؤں رکھے' پھر درمیان میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا تو اس کے مختلف اعضاء مختلف پہاڑوں سے اڑتے ہوئے آئے اور مل گئے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ اس طرح دوسرے جانوروں کو پکارا تو وہ بھی زندہ ہو گئے۔

اس واقعہ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں تجرباتی تحقیق کے لیے جواز ہی نہیں بلکہ تجرباتی تحقیق کی بڑی اچھی مثال بھی موجود ہے۔ حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں، آپ کی بہت سی آزمائشیں ہوئیں، اللہ کے حکم پر بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہوئے، نمرود جیسے سرکش کا سامنا کیا، نار نمرود میں

ڈالے گئے باوجود اس کے کہ آپ کا اللہ پر ایمان بڑا مضبوط تھا، پھر بھی یہ تقاضا کس لیے؟ اطمینان قلب کے لیے! کیونکہ اطمینان قلب ایمان کی بلند ترین صورت ہے چنانچہ اس دعویٰ پر تجربہ ہوا، **مواد اکٹھا کیا گیا، مانوسیت کے نفسیاتی پہلو کو پیش نظر رکھا گیا، پہاڑوں پر اجزاء رکھنے سے پہلے یقین کیا گیا** اور آواز دینے پر ان کو زندہ دیکھ لیا گیا۔ یہ ایسی مثال ہے کہ تجرباتی تحقیق کے لیے پورا طریق کار یہاں سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔

تحقیق کی ایک اور مثال قرآن مجید میں حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ وہ بیت المقدس کے پاس سے گزرے جبکہ شاہ بخت نصر اسکی اینٹ سے اینٹ بجا چکا تھا، تو آپ نے سوچا یہ بستی کیسے آباد ہو گی، اس کے مکین کیسے دوبارہ جی اٹھیں گے۔ فوراً اللہ کے حکم سے عزیر علیہ السلام کو موت آ گئی۔ سو سال بعد دوبارہ زندہ کیے گئے اور پوچھا گیا کتنی دیر ٹھہرے؟ کہنے لگے ایک دن یا اس کا کچھ حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں، بلکہ تم سو سال اس طرح رہے اور اپنے کھانے کی طرف دیکھو کہ باسی تک نہیں ہوا اور گدھے کو دیکھو جو گل سڑ چکا ہے اور دیکھ کہ کیسے ہم اس کی ہڈیوں کو جوڑتے اور اس پر گوشت چڑھاتے ہیں اور جب ہر بات ظاہر ہو گئی تو کہنے لگے میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔(۲۵)

اس واقعہ میں دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیسے مردوں کو زندہ کرتے ہیں؟ اس بات کو ثابت کرنے کے لیے دو تجربات کیے گئے تا کہ خود انہیں تجربہ ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہے، لیکن چونکہ وہ اپنے وادی موت کے قیام سے خود ناواقف تھے 'گدھے پر دوسرا تجربہ کروا دیا۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے سامنے ہڈیوں کو اکٹھا کر کے گوشت پوست چڑھا کر اسے زندگی دے کر دوسرے تجربے کی تکمیل کی گئی اور اصل دعویٰ کہ اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے 'ثابت ہو گیا اور اس بڑی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ثبوت وعدم ثبوت جرم کی تحقیق

جرائم کی روک تھام کے لئے اور معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے کے لئے، ثبوت وعدم ثبوت جرم کی غرض سے بھی تحقیق و تفتیش کی جاتی ہے جو کہ حدود تعزیرات کے نفاذ کا لازمی جزو ہے۔ اس کی بنیاد بھی ہمیں قرآن مجید سے ملتی ہے۔ جو سورہ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام پر لگنے والے الزام کی تحقیق کی صورت میں بیان ہوئی ہے فرمان الٰہی ہے:

شَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ O وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ (٢٦)

قرآن مجید میں جرائم کی تحقیق و تفتیش کے حوالے سے یہ رہنماء اصول ہماری عدالتوں اور قانون شہادت میں رہنمائی کرتے ہیں اور جدید دور کے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لئے مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔

لغوی واصطلاحی تحقیق (Discourse Analysis)

قرآن مجید میں اصطلاحات کی وضاحت بھی کی گئی ہے جو (Discourse Analysis) کہلاتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

الْقَارِعَةُ O مَا الْقَارِعَةُ O وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ O يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِO فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ O وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ وَمَا أَدْرَاكَ مَاهِيَهْ نَارٌ حَامِيَةٌ(٢٧)

اس سورہ مبارکہ میں القارعہ اور ھاویہ کی اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے جو تحقیق کی ایک قسم ہے اور مغربی اہل علم میں بھی متداول اور معروف ہے۔

اس کی ایک اور مثال نسیئ کی صورت میں بھی قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار اصطلاحات کو قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

نئے علاقوں کی دریافت

نئے علاقوں کی دریافت بھی تحقیق کی ایک صورت ہے جس کے نتیجے میں بہت سے ممالک دریافت ہوئے۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے جس میں ایک پرندے کا بھی ذکر ہے جو کسی دور دراز علاقے میں نکل گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تفتیش کرنے پر انہیں ایک ایسے علاقے کا پتا چلا جہاں ایک ایسی قوم آباد تھی جو سورج کی پوجا کرتی تھی چنانچہ ملکہ سباء جو بلقیس کے نام سے معروف ہیں اس کا بھی ذکر ملتا ہے اس واقعہ سے تحقیق کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔

فرضیہ تحقیق میں رہنمائی

تحقیق کے مروجہ اسلوب میں پہلے فرضیہ قائم کیا جاتا ہے۔ پھر اس فرضیے کی تصدیق یا تردید حقائق کی روشنی میں کی جاتی ہے اس حوالے سے بھی قرآن مجید میں رہنمائی موجود ہے۔

فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ (۲۸)

پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا (تو) کہا: (کیا تمہارے خیال میں) یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ (بھی) غائب ہو گیا تو (اپنی قوم کو سنا کر) کہنے لگے: اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی ضرور (تمہاری طرح) گمراہوں کی قوم میں سے ہو جاتا۔

پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا (تو) کہا: (کیا اب تمہارے خیال میں) یہ میرا رب ہے (کیونکہ) یہ سب سے بڑا ہے؟ پھر جب وہ (بھی) چھپ گیا تو بول اٹھے: اے لوگو! میں ان (سب چیزوں) سے بیزار ہوں جنہیں تم (اللہ کا) شریک گردانتے ہو۔

گویا حضرت ابراھیم علیہ اسلام نے پہلے چاند کو دیکھ کر مفروضہ قائم کیا، پھر سورج کے بارے میں مفروضہ قائم کیا مگر حقیقت واضح ہونے پر اس بات کا اظہار فرمایا کہ میں ان سب چیزوں سے بری ہوں جن کے بارے میں میری قوم شرک میں مبتلا ہے۔

لہذا ظاہری طور پر ہم اس واقعہ میں ایک مفروضہ قائم کرنے اور فائنل رزلٹ نکالنے میں رہنمائی کا پہلو نکال سکتے ہیں۔

مقالہ کی تسوید میں رہنمائی

مقالہ کی تسوید تحقیق کا ایک اہم عنصر ہے۔ اور مقالہ نگار اس حوالے سے پابند ہوتا ہے کہ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی تحقیق مکمل کرے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ سورۃ فاتحہ جسے ام القرآن بھی کہتے ہیں، اجمالاً ان تمام موضوعات (ذات الٰہی سے تعارف، اسی ذات کی عبادت، اسی سے استعانت ،اسی سے دعائے ہدایت۔ انعام یافتہ، مغضوب اور گمراہوں کے مضامین) کی نشاندہی کرتی ہے، جس کے متعلق

مفصل تذکرے اوراحکام قرآن پاک کے متن کے لیے قابل تقلید ہیں۔ اصطلاح " اللہ "کی تشریح " رب العالمین "الرحمن الرحیم اور مالک یوم الدین چار صفات سے کر کے ذات الٰہی کو اس کے تمام جھوٹے شرکاء سے منفرد کر دیا ہے۔ قرآنی اصطلاح متقی اور تشریح چھ صفات؛ ایمان بالغیب، پابندی نماز، خدا کی راہ میں خرچ کرنا، قرآن اور دوسری آسمانی کتب اور آخرت پر ایمان سے کی گئی۔ منافق ایسے شخص کو کہا گیا جو ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا زبانی اقرار کر کے اسے دل سے نہ مانے، زمین پر فساد برپا کرے، ایمان والوں کو بے وقوف کہے اور ان کا مذاق اڑائے۔ اور فاسق ایسے شخص کو بتایا گیا جو اللہ سے وعدہ کرنے کے بعد اسے توڑ دے، قطع رحمی کرے اور زمین میں فساد پھیلائے۔ ان اصطلاحات کا قرآن کے شروع میں آنا محققین کی اس امر میں رہنمائی کرتا ہے کہ وہ تشریح اصطلاحات مقالے کے شروع میں پیش کریں۔ مختصرات کا قرآنی متن کے آخر میں وارد ہونا محققین کی اس امر میں رہنمائی کرتا ہے کہ وہ خلاصہ بحث، نتائج اور سفارشات کو تحقیقی مقالے کے آخر میں جمع کر دیں۔ قرآن کی مختصرات کے تحقیقی مقالات کے نتائج و سفارشات کی تطبیق کے لیے مثال کے طور پر قرآن پاک کی مختصر صورت'' وَالْعَصْرِ o إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍo إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِo (۲۹) ملاحظہ ہو۔ قرآن نے مضامین کی تفسیر بیان کر کے آخر میں یہ ایک سفارش انسانوں کی بہبود کے لیے پیش کی کہ انسان بطور مجموعی گھاٹے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ان چار صفات کے حامل ہوں کہ: 1۔ وہ ایمان لے آئیں۔ 2۔ نیک عمل کریں۔

3۔ حق کے ساتھ وابستہ رہیں۔ 4۔ اس وابستگی میں ان پر مصائب آئیں تو صبر سے کام لیں۔

مختصرات کا یہ انداز محققین کی تحقیقی مقالے کے آخری باب لکھنے میں رہنمائی کرتا ہے۔

دستاویزی تحقیق

قرآن پاک کے نسخے کی تیاری کا کام حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں شروع ہوا۔ جنگ یمامہ میں حفاظ قرآن کی ایک کثیر تعداد کے شہید ہونے پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کو قرآن کے ضائع ہونے کا ڈر پیدا ہوا، چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اہل یمامہ کی جنگ کے بعد مجھے بلایا، میں نے دیکھا، حضرت عمر بن خطابؓ ان کے پاس موجود ہیں، ابو بکرؓ نے مجھے فرمایا کہ تم تو نوجوان آدمی ہو اور ذی ہوش ہو، ہم تم پر کوئی شبہ نہیں کر سکتے اور تم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں وحی کی کتابت کیا کرتے

تھے، لہذا قرآن کی تلاش کرو اور جمع کرو۔ میں نے قرآن کی تلاش شروع کر دی اور کھجور کی شاخوں اور پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا۔ حتی کہ سورۃ توبہ کی آخری دو آیات "**لقد جاء کم رسول**" سے آخر سورۃ توبہ تک ابو خزیمہ انصاری کے پاس سے لایا۔(۳۰)

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حفاظ قرآن اور کاتبان وحی میں سے ہونے کے باوجود اپنے حفظ اور کتابت ہی پر اعتماد نہ کیا بلکہ حافظوں کے سینوں سے اور کاتبان وحی کے صحیفوں سے اور رسول اللہ ﷺ کے خانہ مبارک میں جو لکھا ہوا پایا گیا اس سے مدد لی اور جمع کرنے کے بعد مہاجرین اور انصار کی جماعت کے سامنے پڑھا۔

قرآن کے بعد حدیث نبوی ﷺ کو اسلامی شریعت کے سب سے بڑے ماخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ فن حدیث (روایت اور درایت) جو علوم الحدیث میں اہم مقام رکھتا ہے اس میں ایسے اصول و ضوابط موجود ہیں کہ تاریخ کے ناقدین کا ذہن بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا اور راویان حدیث کا تقویٰ اور ورع تو الگ رہا انہوں نے حدیث کی پرکھ اور تحقیق میں جو روش اختیار کی اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تحقیق کے فن کو عروج تک پہنچانے میں مسلمانوں کا کیا کردار ہے۔ درایت (اصول تنقید) یعنی عقلی حیثیت سے روایتوں کو پرکھنے کے لیے اصول وضوابط ترتیب دیئے گئے اور بتایا گیا کہ درایت بھی صرف ان لوگوں کی معتبر ہو سکتی ہے جنہوں نے قرآن وحدیث اور فقہ اسلام کے مطالعے اور تحقیق میں ایک عمر صرف کی ہو، ہر کس و ناکس کو اس کا مجاز قرار نہیں دیا جا سکتا۔' ان اصولوں کی روشنی میں احادیث کی تدوین کی گئی۔

حفاظت حدیث کے لیے دو طریقے اختیار کیے گئے ایک حفظ، دوسرا کتابت۔ اس زمانے میں جب قرآن نازل ہو رہا تھا' حضور اکرم ﷺ نے احادیث لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔ ان دنوں یہ احتیاط ضروری تھی، تاکہ قرآن کی آیات اور احادیث کی عبارت آپس میں خلط ملط نہ ہوں۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کے ارشاد کے مفہوم کو سمجھتے ہوئے بہت احتیاط سے کام لیا۔ اس کا یہ فائدہ ہوا کہ قرآن اپنے آغاز سے اب تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔ جب کچھ عرصے بعد اس احتیاط کی ضرورت نہ رہی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم آپ ﷺ کے اقوال و ارشادات کو لکھ کر محفوظ کرنے لگے۔ حفاظت حدیث کے سلسلے میں خلفاء اربعہ احادیث سے استشہاد کرتے اور خود روایت کرتے تھے۔ البتہ احتیاط کا اہتمام کرتے تھے۔ اس کے بعد تابعین نے محتاط روش کے ساتھ علوم نبوی ﷺ کی میراث کو آگے بڑھایا۔

اولین مآخذ کا استعمال

سیرت نبوی ﷺ کے واقعات تقریباً نبوت کے سو برس بعد قلمبند ہوئے۔ اس لیے کہ مصنفین کا ماخذ کوئی کتاب نہ تھی، بلکہ اکثر زبانی روایتیں تھیں، لیکن مسلمانوں نے فن سیرت کا جو معیار قائم کیا تھا وہ بہت بلند تھا۔ اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس شخص کی زبان سے بیان کیا جائے جو خود شریک واقعہ تھا۔ اگر خود نہ تھا تو واقعہ تک تمام راویوں کا نام بہ ترتیب بتایا جائے۔ اسکے ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو اشخاص سلسلہ روایت میں آئے وہ کون لوگ تھے؟ کیسے تھے؟ کیا مشاغل تھے؟ چال چلن کیسا تھا؟ حافظہ کیسا تھا؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ عالم تھے یا فاضل؟ ان احادیث یا روایتوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ اس کے الفاظ جملوں میں کسی قسم کی خامی و کمزوری یا مقررہ قواعد کی خلاف ورزی تو نہیں پائی جاتی۔ معانی اور مفہوم میں عقل، مشاہدہ، تجربہ، زمانے کے طبعی تقاضے کسی مسلمہ اصول اور قرآنی تصریحات کی خلاف ورزی تو لازم نہیں آتی، جن سے کسی طرح شان نبوت ﷺ پر حرف آئے یا فرمودات نبوی ﷺ میں سطحیت کا اندیشہ ہو۔

ان جزئی باتوں کا پتہ لگانا سخت مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ سینکڑوں ہزاروں محدثین نے احادیث کو جانچنے اور مرتب کرنے میں اپنی عمریں صرف کر دیں۔ ان تحقیقات کے نتیجے میں اسماء الرجال کا عظیم فن بھی تیار ہو گیا۔ جس قدر تحقیق و تنقید کا درجہ بڑھتا گیا مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی چلی گئیں۔

پہلی صدی کے آخر میں عمر بن عبد العزیز کے عہد سعادت میں علم حدیث کی تدوین و ترتیب کا کام سرکاری سطح پر عمل میں آیا اور تحقیق و تنقید کے اصولوں کو عملی طور پر برتا گیا۔ اس کوشش کے بعد احادیث کی تدوین اور تالیف کا سلسلہ باقاعدہ طور پر شروع ہو گیا۔ دوسری صدی ہجری میں اس سلسلے کو اتنی ترقی ہوئی کہ احادیث مرفوعہ کے ساتھ صحابہ کرامؓ کے آثار اور تابعین کے فتاویٰ اور اقوال تک ایک ایک کر کے مدون و مرتب کر دیئے گئے۔

تیسری صدی ہجری میں حدیث پر اور روایت و درایت کے اصولوں کے مد نظر زیادہ عمدہ کتابیں ترتیب دی گئیں۔ بعض علماء نے مخصوص مولفات ترتیب دیں۔ ان میں احادیث رسول ﷺ کو اسانید کے ساتھ جمع اور صحابہ کرامؓ کی احادیث کو یکجا کیا گیا۔ تیسری صدی میں جب تدوین کا آغاز ہوا تو اس کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اب تک احادیث فقہ سے الگ نہیں تھیں اور اسی بناء پر لوگ سنت کے ساتھ اقوال صحابہؓ

کو بھی ملائے رکھتے تھے، لیکن اب ضرورت محسوس ہوئی کہ حدیث کو بحیثیت ایک فن کے مدون کیا جائے، لہٰذا اقوال صحابہؓ کو سنت سے خارج قرار دیا گیا اور خود حدیث کی صحت معلوم کرنے کے لیے درایت کو قبول وعدم قبول کا معیار باقاعدہ طور پر مقرر کیا گیا۔ اسباب جرح وتعدیل کی تعیین ہوئی۔ سند اور متن پر خارجی و داخلی تنقید کو رواج دیا گیا۔ احادیث کی شناخت کے لیے فنی ذوق کی ضرورت تھی، لہٰذا ان سب امور کی تکمیل کے لیے متعدد علوم وفنون مدون ہوئے جن سے تحقیق کی راہیں ہموار ہوئیں اور ہم تک ان گہرہائے گراں مایہ کو پہنچایا جن سے ہماری تہذیب اور ہمارا ضابطہ حیات، ثروت فکر وعمل سے مالا مال ہوا ہے۔

سروے تحقیق کا ایک طریقہ

تحقیق کا ایک طریقہ سروے بھی ہے۔ جسے بعض صورتوں میں ضروری طور پر استعمال کرنا پڑتا ہے۔ جدید عمرانیات میں اس کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت عمر کے زمانے میں معاذؓ بن جبل یمن کے حاکم تھے۔ ایک سال انہوں نے یمن سے وصول شدہ زکوٰۃ کا ایک تہائی مرکز میں بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ زکوٰۃ کا مال مرکز کو نہیں چاہیے بلکہ ایک ہی علاقے کے امراء سے لیکر غرباء میں تقسیم ہونا چاہیے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ یہ مال یمن والوں کی ضروریات سے زائد تھا، اس لیے مرکز میں بھیجا گیا تا کہ کسی اور علاقہ والوں کے کام آئے۔ اگلے سال حضرت معاذؓ نے کل مال زکوٰۃ کا نصف مرکز کو ارسال کیا، تیسرے سال پورا مال زکوٰۃ مرکز بھیج دیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے تحقیق کرائی کہ حضرت معاذؓ کا دعویٰ کہ یمن میں زکوۃ لینے والا کوئی نہیں رہا، کس حد تک درست ہے۔ یہ تحقیق ایک سروے ہی تھا۔ نتائج دعویٰ کے حق میں ثابت ہوئے اور اس اقتصادی نکتے کی بھی نشاندہی ہوئی کہ اگر مال زکوٰۃ باقاعدہ وصول کر کے غرباء میں تقسیم ہوتا رہے، تو کسی علاقے میں غربت تدریجاً ختم ہو جاتی ہے اور پھر یہی حقیقت دوسرے علاقوں میں بھی ثابت ہونے لگی۔ (۳۱)

بیانیہ طریقہ تحقیق

بیانیہ طریقہ تحقیق اکثر علمی نوعیت کے موضوعات کے حوالے سے معروف اور اہمیت کا حامل ہے اس کی بنیاد بھی ہمیں اسلام کی تاریخ سے حاصل ہوتی ہے، درج ذیل حدیث سے ہمیں اس حوالے سے رہنمائی

ملتی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پیش آمدہ مسائل کو تحقیق کے ساتھ حل کرنے کے بارے میں بیان کیا تو رسول پاک ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی

عن أناسٍ من أهل حمص من أصحابِ معاذ بن جبل: أن رسولَ الله -صلَّى الله عليه وسلم- لما أراد أن يَبعَثَ معاذاً إلى اليمن، قال: "كيف تَقضِي إذا عَرَضَ لكَ قَضاء؟ " قال: أقضي بكتابِ الله، قال: "فإن لم تَجِدْ في كتاب الله؟ " قال: فبسُنةِ رسولِ الله - صلَّى الله عليه وسلم -، قال: "فإن لم تجد في سُنة رسولِ الله - صلَّى الله عليه وسلم - ولا في كتابِ الله؟ قال: أجْتَهِدُ رأيِ ولا آلُو، فضربَ رسولُ الله - صلَّى الله عليه وسلم - صَدْرَهُ وقال: الحمدُ لله الذي وَفَّق رسولَ رسولِ الله لما يَرضَى رسولُ الله" رسول پاک ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا حاکم مقرر کرتے ہوئے ان سے پوچھا کہ اگر کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے تو کیا کروگے؟ انہوں نے عرض کیا کہ قرآن پاک کے مطابق عمل کروں گا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا اگر کتاب اللہ کی رو سے وہ مسئلہ حل نہ ہو سکے تو پھر؟ عرض کی سنت رسول ﷺ کی مدد سے اور تیسرے درجہ پر اجماع امت و قیاس کا نام لیا۔ اجماع امت سے دراصل بیانیہ قسم کی تحقیق کے لیے اشارات ملتے ہیں۔ یعنی انہوں نے خود اپنی تحقیق کی روشنی میں مسئلے کا حل نکالنے کی طرف اشارہ کیا۔

مسئلی تحقیق (Problem Solving Research)

پیش آمدہ مسئلہ کی تحقیق کر کے اس کا حل پیش کرنا وقت کی اہم ضرورت ہوتی ہے اس حوالے سے ہمیں اسلامی تاریخ میں بہت عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ اس ضمن میں کی جانے والی تحقیق کی روایت بہت پرانی ہے۔ اور یہ تحقیق نہ صرف وقتی طور پر وقوع پزیر ہونے والے مسائل کو حل کرنے کے لئے ہوئی بلکہ مستقبل میں جن مسائل کے پیش آنے کا امکان تھا انہیں بھی حل کر دیا گیا۔ اسلامی فقہ اس کی بہترین اور درخشندہ مثال ہے۔ فقہائے کرام نے جن میں حضرت امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نام بالخصوص قابلِ ذکر ہیں، حضرت معاذؓ کے طریقہ تحقیق کو پورے علم فقہ کی صورت دے کر نت نئے مسائل کو اسلامی انداز سے حل کرنے کا طریقہ کار وضع کیا اور اپنے زمانے کے موجود مسائل کا حل پیش کر کے لوگوں کو اسلامی بصیرت سے روشناس کرایا۔ ان حضرات کا سب سے بڑا تحقیقی کارنامہ اسلامی عدلیہ کے لیے قرآن و

سنت کی روشنی میں آئین اسلامی مرتب کرنا تھا، تاکہ قاضی حضرات کو مسائل کے حل میں رہنمائی مل سکے اور جن جن علاقوں میں ان کے اسلامی فقہی آئین پہنچے، ان کے دینی اعتبار سے مفکرین بھی وہاں پھیل گئے۔

مختصراً اہم اسلام کے تحقیق کے بارے میں زاویہ نگاہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اہل فہم کو ہر اس مسئلے پر سوچ وبچار اور تحقیق کی اجازت دی گئی ہے جس سے نسل انسانی کی فلاح کے علاوہ عرفان ذات الٰہی ممکن ہو۔ ایسا علم، جس سے کوئی نفع نہ ہو اور خوف خدا جاتا رہے، اس کے حصول اور اس پر تحقیق و سوچ بچار کے لئے قطعی کوئی گنجائش نہیں۔

خلاصہ بحث

تحقیق کے اصول و مبادی قرآن و حدیث میں بیان ہوئے ہیں۔ اس کی اہمیت قرآنی آیات طیبات اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وضاحت سے ذکر کی گئی ہے قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعات تجرباتی تحقیق کی بنیادیں فراہم کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعات سے جہاں دیگر بہت سے معاملات میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے وہاں ثبوت جرم اور عدم ثبوت جرم میں بھی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ سے نئے علاقوں کی دریافت کا عندیہ ملتا ہے۔

سورۃ فاتحہ میں مقالہ نگاروں کے لئے مقالہ کی تسوید کے حوالے سے رہنمائی موجود ہے اور سورۃ عصر میں مقالہ کے نتائج اور خلاصہ بحث کے حوالے سے رہنمائی ملتی ہے۔

تدوین قرآن کا عمل دستاویزی تحقیق کی ایک اہم مثال ہے۔ اس کے علاوہ مسئلی تحقیق بھی اہمیت کی حامل ہے جس کی بنیاد فقہاء کے علمی کام سے حاصل ہوتی ہے، جو پیش آنے والے مسائل کے حل کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر کے گرانقدر خدمات سر انجام دے گئے۔

تحقیق کی مختلف اقسام میں سروے کرنا بھی تحقیق کے لئے استعمال ہونے والا ایک اہم آلہ ہے۔ جس کی بنیاد بھی ہمیں اسلامی تاریخ میں فراہم ہوتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ عباسی، عبدالحمید خان: اصول تحقیق، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد ۲۰۰۲ء، ص:۷۷

۲۔ القرآن، النساء ۴:۸۲

۳۔ القنوجی، صدیق حسن خان: فتح البیان فی مقاصد القرآن،، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ج ۲ ص ۱۱۸

۴۔ الرعد ۱۳:۳

۵۔ طبری، محمد بن جریر، تفسیر طبری، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ج ۵، ص ۳۳۱

۶۔ محمد ۴۷:۲۴

۷۔ اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن، ج ۸، ص ۵۷۸

۸۔ ص ۳۸ :۲۹

۹۔ الجاثیہ ۴۵ :۱۲-۱۳

۱۰۔ ابراہیم ۱۴ :۳۳

۱۱۔ یٰسین ۳۶ :۳۸ تا ۴۰

۱۲۔ الانعام ۶:۹۸

۱۳۔ یونس ۱۰:۵

۱۴۔ التوبہ ۹:۳۶

۱۵۔ الزمر ۳۹:۹

۱۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاعتصام باکتاب والسنۃ، باب قول النبی لا تزال طائفۃ من امتی۔۔ رقم الحدیث ۷۳۱۲

۱۷۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، س ن، داراحیاء السنۃ النبویہ، ص ۲

۱۸۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، باب انتفاع بالعلم والعمل بہ، داراحیاء السنۃ النبویہ، س ن، ص ۲۲

۱۹۔ قشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، ، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، مکتبۃ رحمانیہ، لاہور، س ن، ص ۳۲

۲۰۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا، رقم الحدیث:۶۲۴۵

۲۱۔ الحجرات ۴۹:۶

۲۲۔ الصف ۶۱:۳

۲۳۔ البقرہ۲:۲٦

۲۴۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر: تفسیر طبری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ج۳ص۵۳

۲۵۔ البقرہ۲:۲۵۹

۲٦۔ یوسف۱۲:۴۷۔۴٦

۲۷۔ القارعہ۱۰۱:۱۱-۱

۲۸۔ لعصر ا:۱۰۳-۳

۲۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، رقم الحدیث:۴۸۷۴۳

۳۰۔ اخرجہ ابو عبید فی الاموال 1911

۳۱۔ السِّجِسْتانی, أبو داود، سلیمان بن الأشعث: السنن' دارالرسالۃ العالمیہ ۲۰۰۹ء,۵/۴۴۴